حفاظتِ حدیث کے حوالے سے "علم الاسناد" کا تجزیاتی مطالعہ

URDU–A CRITICAL ANALYSIS OF "ĪLM ĀL ĪṢNĀĀḌ" IN THE CONTEXT OF HADITH PROTECTION

Dr. Muhammad Saeed*, Dr. Karim Dad **

The Scholar Islamic Academic Research Journal || Web: www.siarj.com || P. ISSN: 2413-7480 || Vol. 3, No. 2 || June-December 2017 || P. 63-80

DOI: 10.29370/siarj/issue5ar4

URL: https://doi.org/10.29370/siarj/issue5ar4

License: Copyright c 2017 NC-SA 4.0

ABSTRACT:

It is an accepted fact that the Holy Quran and Ṣūnnāh are the integral part of Islamic Ṣḥārīāḥ and its civilization. The Ṣūnnāḥ is the 2nd foremost source of deriving the rulings. The Ṣūnnāḥ and Hadith are commonly considered alike in broad perspective. It has been scrutinized and evaluated by a specific yard stick called the "Īlm āl- Īṣnāḍ" or "Īlm āl Jārḥ wā Ṭ'āḍeel" or "Īlm Āṣmāā āl Rījāl". This evaluating tool has been a reliable and strict source to accept or otherwise reject a narration. The renowned west scholar "Robert Spencer" has admired the work of Muslim sholars on Ḥāḍīṭḥ and its Principles. He acknowledged that this is the unique contribution of Muslims that they secured the sayings of their Prophet (SAW) in an unpreceding manner. A Hadith has commonly two parts, the Ṣānāḍ (Chain of narrators) and the Māṭān (Text). The authenticity of a Hadith is based on the Sanad and any kind of deficiency appeared in Ṣānāḍ can make a Hadith non reliable or rejected. Because of its so much significance the knowledge of Ṣānāḍ is definitely a source of protection to Ḥāḍīṭḥ. The scholras of hadith have introduced specifiic rules and regulation with regards to evaluate a chain of Hadith. This article is an attempt to explore the status of "Īlm āl Īṣnāāḍ" in protection of Ḥāḍīṭḥ.

* Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Abdul Wali Khan University (AWKUM), Mardan, Email: saeedshafiq89@gmail.com

**Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Abdul Wali Khan University (AWKUM), Mardan, Email: Karim_dad@awkum.edu.pk

First of all the definition of Chain and Text has been provided in light of the scholer's opinions. Similarly the historical background of this knowledge, from the era of the Prophethood to the last period i.e the beginning of 3rd Ḥījrāh, Which has been divided into six phases, has also been mentioned in the article.

KEYWORDS: Īlm āl Īṣnāāḍ, Īlm āl Jārḥ wā Ṭ'āḍeel, Īlm Āṣmāā āl Rījāl, Ḥāḍīṭḥ, Ṣānāḍ, Māṭān, Ḥāḍīṭḥ protection

کلیدی الفاظ: علم الاسناد، علم الجرح والتعدیل، علم اسماء الرجال، حدیث، متن، سند، حفاظتِ حدیث

قرآنِ کریم کے بعد اسلامی شریعت کا دوسرا بنیادی ماخذ اور اسلامی تہذیب کا تفصیلی سرچشمہ حدیث ہے۔ حدیث کتاب اللہ کی تشریح و تفسیر کے ساتھ اپنا مستقل تشریعی مقام رکھتی ہے۔ ان دونوں پہلوؤں کی اہمیت اور نزاکت کے پیشِ نظر حدیث میں تحقیقی کام کا رجحان اور میدان وسیع رہا ہے۔ محدثین نے حدیث کی حفاظت کے پیشِ نظر جو اصول وضع کئے، اور ان کے ساتھ فنِ اسماء الرجال کو جو ترقی دی وہ دوسرے شعبہ ہائے علم کے طریقۂ تحقیق میں بھی راہنما اصول کا درجہ رکھتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی سنت و حدیث کا تاریخ کے ریکارڈ میں اس اہتمام اور اعتماد کے ساتھ محفوظ رہنا، جہاں رسول اکرم ﷺ کی اعلیٰ خصوصیت اور امتیاز ہے تو وہاں اسلام کے اعجاز اور اُس کی حقانیت و ابدیت کی دلیل بھی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ کے بارے میں ہمارے لئے تفصیلی معلومات کا اہم ترین ذریعہ حدیث ہے۔ احادیث اور اس سے متعلق معلومات کی تدوین امت مسلمہ کا ایسا کارنامہ ہے جو اس سے پہلے کسی اور قوم نے انجام نہیں دیا۔ علم حدیث میں کسی بھی حدیث کے دو حصے مانے جاتے ہیں: ایک حصہ اس کی سند اور دوسرا متن۔ "سند" سے مراد وہ حصہ ہوتا ہے جس میں حدیث کی کتاب کو ترتیب دینے والے امام حدیث سے لے کر رسول اللہ ﷺ تک کے تمام رواۃ کی مکمل یا نامکمل زنجیر کی تفصیلات بیان کی جاتی ہیں۔

"متن" حدیث کا اصل حصہ ہوتا ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کا کوئی ارشاد، آپ کا کوئی عمل یا آپ سے متعلق کوئی حالات بیان کئے گئے ہوتے ہیں۔ سند کی تحقیق میں سند کا حدیث کی کتاب کے مصنف سے لے کر رسول اللہ ﷺ تک ملا ہوا ہونا اور راویوں پر جرح و تعدیل شامل ہیں۔ حدیث کا متن حدیث کی سند پر موقوف ہے، سند صحیح متصل سے کوئی بات ثابت ہو جائے تو اس کی تمام ذمہ داریاں لازم آجاتی ہیں، حدیث اگر حجت ہے اور اس پر عمل واجب ہے تو اس کی سند معلوم کرنا اور اسکے راویوں کی جانچ پڑتال کرنا سب علم دین قرار پائے گا۔ اس لیے اس کا لازمی تقاضہ یہ ہے کہ متن کی حفاظت کے ساتھ ساتھ سند کی حفاظت بھی ضروری ہے۔ اسی ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک اہم فن کی تشکیل ہوئی جسے "علم الاسناد" یا "علم اسماء الرجال" یا "علم الجرح والتعدیل" کہا جاتا ہے۔ اس فن ہی کی وجہ سے

حدیث نبوی کا ذخیرہ مفترین اور کذابین کی یلغار سے محفوظ ہوا۔ابتداہی سے اس فن میں کتابیں لکھی گئیں اور بڑے بڑے علماء کرام نے اس فن کے لیے زندگیاں وقف کررکھی تھیں۔ مگر کچھ عرصہ سے لوگ اس علم کی اہمیت کو کم سمجھتے ہوئے اس سے بے توجہی برتنے لگے ہیں، جس کی وجہ سے نوجواں مسلم طبقہ کے لیے یہ ایک ناآشنا علم معلوم ہوتا ہے، اوراسے مشکل فنون میں شمار کرتے ہوئے جان چھڑانے لگے ہیں۔ نتیجتا ایک طرف ایک اہم علم سے عدم واقفیت پیدا ہوئی، تودوسری طرف حدیث نبوی کا ذخیرہ جس علم کی برکت سے محفوظ ہوا تھا،اس سے عدم واقفیت کی بناپر یہ ذخیرہ پھر سے غیر محفوظ ہونے کا اندیشہ پیدا ہونے لگا۔

لٰہذا یہ ضرورت محسوس کی جارہی ہے کہ اس فن یعنی علم الاسناد کی اہمیت کواجاگر کیاجائے،اور لوگوں کواس فن کی ضرورت سے باخبر کرکے اس کی تحصیل کی طرف مائل کیاجائے۔ اس ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس آرٹیکل میں ایک ادنٰی سی کوشش کی گئی ہے کہ حدیث کی حفاظت میں علم الاسناد کی اہمیت اور شرعی لحاظ سے مسلم امہ کے لیے اس فن کی تحصیل کی کیا حیثیت ہے؟طریقہ کار یہ اختیار کیا گیا ہے کہ سب سے پہلے حدیث کے دونوں حصوں (سند اور متن) کا تعارف پیش کیا گیا ہے، پھر علم الاسناد کی اہمیت وضرورت کا تذکرہ کرکے اس کے تاریخی پس منظر پر روشنی ڈالی گئی ہے، اوراس فن کے بڑے بڑے ائمہ کا ذکر کرکے ان کی کتابوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔آخر میں اس فن سے عدم توجہی کے نقصانات کو پیش نظر لایا گیا ہے۔

سند اور متن کا تعارف

سند کے لغوی معنی پہاڑ کی بلندی کے ہیں۔لغت کے امام خلیل بن احمد الفراہیدیؒ نے سند کی وضاحت یوں کی ہے:

السند: ما ارتفع من الارض في قبل جبل أو واد. وكل شيء أسندت اليه شيئا فهو مسند[1]

"سند پہاڑ یا وادی میں بلند مقام کو کہتے ہیں اور ہر وہ چیز جس پر کوئی بھروسہ کرے مسند کہلاتی ہے"

علامہ ابن منظور افریقیؒ فرماتے ہیں:

السند: ما ارتفع من الأرض في قبل الجبل أو الوادي، والجمع أسناد، لا يكسر على غير ذلك. وكل شيء أسندت إليه شيئا، فهو مسند[2]

"سند کہتے ہیں پہاڑ کے اس حصے کو جو تمہارے بالمقابل ہو، دامن کوہ سے بلند ہو، قابل اعتماد شخص کو بھی 'سند' کہتے ہیں اور اسی طرح کپڑوں کی ایک قسم بھی سند کہلاتی ہے،اس کی جمع اسناد ہے"

امام زرکشیؒ رقم طراز ہیں:

السند; وهو ما ارتفع وعلا عن سفح الجبل[3]

"سند وہ چیز ہے جو اونچی ہو اور پہاڑ کے دامن سے بلند ہو"

اصطلاح میں سند رواۃ کے اس سلسلے کو کہتے ہیں جو متن حدیث تک پہنچاتا ہے، بالفاظ دیگر سند متن حدیث

سے پہلے مذکور اُس متن کو نقل کرنے والے رواۃ کو کہتے ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں:

هوحكاية طريق المتن[4]

"سند متن کے طریق یا راستے کی حکایت کو کہتے ہیں۔"

امام جلال الدین سیوطیؒ بحوالہ بدر بن جماعہؒ لکھتے ہیں:

هو الإخبار عن طريق المتنوأخذه إما من السند، وهو ما ارتفع وعلا من سفح الجبل؛ لأن المسند يرفعه إلى قائله، أو من قولهم: فلان سند، أي معتمد، فسمى الإخبار عن طريق المتن سندا لاعتماد الحفاظ في صحة الحديث وضعفه عليه[5]

"متن حدیث تک پہنچنے کے ذریعہ یا راستہ کی خبر کو سند کہتے ہیں۔ یوں کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص سند ہے یعنی قابل اعتماد ہے، پس متن کے طریق کی خبر دینے کو سند اس لیے کہا جاتا ہے کہ حفاظ اس پر حدیث کی صحت یا ضعف کے فیصلہ کے لیے اعتماد کرتے ہیں ،جبکہ حدیث کو اس کے قائل تک رفع کرنا اسناد کہلاتا ہے۔"

لغت میں کسی چیز کے ابھرے ہوئے حصے کو متن کہا جاتا ہے، ابن سیدہؒ لکھتے ہیں:

المتن من كل شيء: ما صلب وظهر والجمع: متون ومتان[6]

"متن ہر ایک چیز میں سے جس کا پیٹ سخت ہو اس کی جمع متون اور متان ہے۔"

صاحب مختار الصحاح لکھتے ہیں:

"متن الشيء صلب وبابه ظرف فهو متين ومتن الظهر مكتنفا الصلب عن يمين وشمال من عصب ولحم، يذكر ويؤنث"[7]

"متن کے معنی ہیں سخت چیز، اس کا باب ظرف ہے اور فاعل متین ہے اور متین الظہر کے معنی پشت کا سخت ہونا ہے، پٹھوں اور گوشت کا دائیں بائیں سے سخت ہونا۔ یہ مذکر اور مؤنث دونوں طرح سے استعمال ہوتا ہے۔"

علامہ طیبیؒ لکھتے ہیں:

"ألفاظ الحديث التي تقوم بها المعنى"[8]

"متن سے مراد حدیث کے الفاظ جن سے معانی بنتے ہیں۔"

علامہ بدر بن جماعہؒ فرماتے ہیں:

"ما ينتهي إليه غاية السند من الكلام"[9]

"کلام میں جہاں سند ختم ہوتی ہے اس کو متن کہا جاتا ہے۔"

حافظ ابن حجرؒ نے متن کی تعریف یوں کی ہے:

"هو غاية ما ينتهي إليه الاسناد من الكلام"[10]

"آخری جگہ جہاں کلام میں سند ختم ہو۔"

سند کی اہمیت وضرورت

قرآن مجید اور احادیث مبارکہ وحی کی دو اقسام ہیں۔ وحی متلو (قرآن مجید) کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے رکھی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ[11]

"اس قرآن کو ہم ہی نے اتارا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں"

جب کہ وحی غیر متلو (احادیث مبارکہ) کی حفاظت کی ذمہ داری امت مسلمہ کے سپرد کی گئی ہے۔اس ذمہ داری کو نبھانے کے لیے ایک طرف انہیں تحقیق و تفتیش کرنے کا حکم دے کر بلا تحقیق کسی کی بات ماننے سے منع کیا گیا، تو دوسری طرف ایسے مفترین اور وضاعین سے بچنے کا حکم بھی دیا گیا۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِن جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوٓا۟ أَن تُصِيبُوا۟ قَوْمًۢا بِجَهَٰلَةٍ فَتُصْبِحُوا۟ عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَٰدِمِينَ ۝ [12]

"مومنو! اگر کوئی بدکردار تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو خوب تحقیق کر لیا کرو (مبادا) کہ کسی قوم کو نادانی سے نقصان پہنچادو پھر تم کو اپنے کئے پر نادم ہونا پڑے۔"

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کریم کی رو سے راوی کی بات کی تحقیق کرنا ایک عظیم دینی ذمہ داری ہے جو سامع پر عائد ہوتی ہے، سو اسناد کو پہچاننا اور راویوں کی جانچ پڑتال کرنا خود دین ہوگا۔اس آیت کی تفسیر میں امام خازنؒ فرماتے ہیں:

اطلبوا بيان الأمر وانكشاف الحقيقة ولا تعتمدوا على قول الفاسق[13]

"معاملات کی وضاحت اور حقیقت کا انکشاف طلب کرو اور فاسق کی خبر پر اعتماد نہ کرو۔"

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَىٰ أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ[14]

"جب ان کے پاس کوئی امن یا ڈر کی کوئی خبر آتی ہے تو اس کو مشہور کر دیتے ہیں، اگر اس کو رسول یا اپنے علماء و حکام تک پہنچادیتے تو جو ان میں ملکہ استنباط رکھنے والے لوگ تھے وہ اس کو پورے طور پر معلوم کر لیتے۔"

حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:

إنكار على من يبادر إلى الأمور قبل تحققها، فيخبر بها ويفشيها وينشرها، وقد لا يكون لها صحة[15]

"اس آیت میں ان جلد باز لوگوں کو روکا جا رہا ہے جو امن یا خوف کی کوئی آیت سنتے ہی اسے بغیر کسی تحقیق کے آگے سنانا شروع کر دیتے ہیں حالانکہ اس بات کا امکان ہے کہ وہ بات غلط ہو۔"

رسول اللہ ﷺ کی متعدد احادیث سے بھی اس بات کی وضاحت ملتی ہے کہ تحقیق و تفتیش کے بغیر کسی کی بات کو بیان نہ کیا جائے۔سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

كفى بالمرء كذبا أن يحدث بكل ما سمع[16]

"آدمی کے گناہ گار ہونے کے لیے کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات کو آگے بیان کرے۔"

اسی طرح جھوٹی احادیث بیان کرنے والوں کی بھی آپ ﷺ نے پیشن گوئی کی ہے اور ان سے بچنے کی تلقین بھی فرمائی ہے۔جیسا کہ ارشاد ہے:

"سيكون في آخر الزمان ناس من أمتي يحدثونكم ما لم تسمعوا به أنتم ولا آباؤكم، فإياكم وإياهم[17]"

ایک اور روایت میں ہے:

"سيأتي على الناس زمان يتمثل فيه الشياطين بهيئة المحدثين فيحدثون الناس بالاحاديث الموضوعة المكذوبة، فينشرمن سمعهم بهذه الاحاديث"[18]

عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ شیطان انسانی شکل میں نمودار ہو کر لوگوں کے پاس آکر انہیں جھوٹی حدیث بیان کر کے افتراق واختلاف میں ڈالے گا۔ لوگوں میں سے ایک شخص کہے گا کہ میں نے ایک شخص سے یہ حدیث سنی ہے جس کو میں چہرے سے جانتا ہوں مگر نام نہیں آتا[19]۔

آپ ﷺ نے اگر ایک طرف حدیث کو یاد کرنے اور اس کی حفاظت واشاعت کی فضیلت بیان فرمائی تو دوسری طرف کوئی جھوٹی بات آپ کی طرف منسوب کرنے پر سخت وعید بھی سنائی، فرمایا:

من كذب عليَّ متعمداً، فليتبوأْ مقعده من النّار[20]

"جس نے جان بوجھ کر میری جانب کوئی جھوٹی بات منسوب کی تو اسے چاہئے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔"

امام ابن الجوزیؒ لکھتے ہیں کہ اس حدیث کو اکسٹھ (٦١) صحابہ کرام نے روایت کیا ہے[21]۔ نیز حافظ جلال الدین سیوطیؒ نے اس متواتر حدیث کی تقریبا(90) اسناد ذکر کی ہیں[22]۔

ان قرآنی آیات اور احادیث نبویہ سے ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ مفترین اور وضاعینِ وقت ذخیرۂ حدیث کو غیر محفوظ بنانے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ جن کی افتراء اور من گھڑت باتوں سے احتراز اور دور رہنے کی تلقین کی گئی ہے اور ان کی باتوں میں نہ آنے اور ان کی افتراء سے ذخیرہ حدیث کو محفوظ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ذخیرۂ احادیث کی حفاظت اس امت کی ذمہ داری اور فریضہ قرار دیا گیا ہے[23]۔ اس ذمہ داری کو نبھانے کے لیے امت کے علماء نے علم الاسناد کا اجراء کیا، لہٰذا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ علم الاسناد کی تشکیل اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے منشا و حکم سے ہوئی، کیونکہ رجال کے احوال سے متعلق بحث سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کی ہے، ارشاد ہے:

" يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا "[24]

پھر نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام نے اُس کا اہتمام کیا، پھر تابعین و تبع تابعین نے اسے (رجال کی تفتیش و تبیین) مکمل جامہ پہنایا اور اسے ایک امتیازی علم کا درجہ دیا۔

علم الرجال میں پہلے متکلم عامر بن شراحیل الشعبی اور محمد بن سیرین تھے[25]۔ پھر یحییٰ بن سعید القطان، امام أحمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، امام بخاری، امام نسائی، أبوداؤد، ابن حبان، امام ترمذی، خطیب بغدادی، دار قطنی اور ابن عدی وغیرہ نے اس علم کے لئے گراں قدر خدمات انجام دیں۔ کیونکہ جب حدیث کے ذکر میں سند ساتھ آنے لگی تو ضرورت محسوس ہوئی کہ راویانِ حدیث کے احوال بھی معلوم ہوں جو اس حدیث کو آگے لانے کی ذمہ داری لئے ہوئے ہیں، سو حدیث کے لیے جس طرح متن کو جاننا ضروری ہے، اسی طرح سند کو پہچاننا بھی ضروری ہے، کیونکہ اسماء الرجال کے علم کے بغیر علم حدیث میں کوئی شخص کامیاب نہیں ہو سکتا۔ ایک بات یہ بھی ہے کہ سند ہی کی وجہ

سے احادیث پر تحقیق کی جاسکتی ہے اوراس کی بدولت ایک شخص حدیث کا درجہ (صحت اور ضعف) معلوم کر سکتا ہے۔اس سند ہی کی وجہ سے ذخیرۂ حدیث تحریف اور کمی بیشی سے محفوظ ہو سکتا ہے۔

اس طرح علم الاسناد کی بدولت حدیث کی صحت سے متعلق باطل پرستوں کے دعوؤں اور شکوک وشبہات کو رد کیا جاسکتا ہے۔ اتنی اہمیت اور تاکیدات ہی کی وجہ سے اس علم کو نیکی اور دین قرار دیا جانے لگا۔

سفیان ثوری کا قول ہے؛

"الاسناد سلاح المؤمن"[26]

ابن مدینی کہتے ہیں؛

"التفقه فی معانی الاحادیث نصف العلم ومعرفة الرجال نصف العلم"[27]

جب موضوع احادیث گڑھن جانے لگیں، تو ایک شخص ابن مبارکؒ کے ہاں آکر کہنے لگا:

"هذه الاحاديث الموضوعة، مانضع بها ،فقال تعيش لها الجهابذة"

اس کے بعد یہ آیت تلاوت کی:

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ[28]

واقعی جہابذہ پیدا ہوئے جنہوں نے علم الاسناد کے قواعد مرتب کرکے تمام مرویات کو انہی سے جانچا۔سفیان ثوریؒ کہتے ہیں کہ جب کذابین نے جھوٹی اسناد بنائیں تو ہم نے اس کی ضد (تاریخ الرواۃ) کو پیش کیا۔

- اسی طرح صحابہ کرام کی معاجم لکھی گئیں، جیسے معجم الصحابہ لابنِ قانع، الاستیعاب لابن عبدالبر اور الاصابہ فی تمیز الصحابۃ لابن حجر العسقلانی۔
- اسماء رواۃ سے متعلق کتابیں لکھی گئیں، مثلاً المؤتلف والمختلف لخطیب البغدادی، المشتبہ للذہبی اور توضیح المشتبہ لابن ناصر الدین۔
- کنیت سے متعلق کتابیں لکھی گئیں، جیسے الکنیٰ لابی احمد الحاکم، الاسامی والکنیٰ لامام احمد، الکنی والاسماء للدولابی۔
- لقب پر کتابیں مرتب ہوئیں مثلاً نزہۃ الالباب فی الالقاب لابن حجر عسقلانی۔
- انساب پر کتاب مثلاً الانساب للسمعانی لکھی گئی۔
- اس طرح علم الوفیات وجود میں آیا۔ جس میں علماء کرام نے بڑی بڑی کتابیں لکھیں جن کو راویوں کی پیدائش اور سن وفات سے مرتب کیا گیا، جیسے تاریخ مولد العلماء ووفیاتہم لابن زبر الربعی۔
- طبقات کی کتابیں مرتب ہوئیں، جیسے الطبقات الکبریٰ لابن سعد۔
- رجال کی تاریخ پر کتابیں لکھی گئیں، جیسے التاریخ الکبیر للبخاری۔

- ثقات پر کتابیں مرتب ہوئیں، مثلاً الثقات للعجلی اور الثقات لابن حبان
- ضعفاء اور متروکین پر کتابیں مرتب ہوئیں، جیسے الضعفاء والمتروکون للنسائی، میزان الاعتدال فی نقد الرجال للذہبی اور الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی۔
- اسی طرح صحاح ستہ کے رواۃ پر کتابیں مرتب ہوئیں، جیسے تقریب التہذیب وتہذیب التہذیب لابن حجر عسقلانی، تذہیب تہذیب الکمال للذہبی اور تہذیب الکمال للمزی۔
- رواۃ بخاری پر کتابیں لکھی گئیں، جیسے التعدیل والتجریح للباجی۔

خلاصہ ء کلام یہ ہے کہ علم الاسناد پر ابتدا سے لے کر آج تک ہزاروں کی تعداد میں کتابیں لکھی جا چکی ہیں ۔ جس سے اس علم کی اہمیت اور اشد ضرورت کا خوب اندازہ ہوتا ہے۔آج کل تو علم الاسناد کی اہمیت وضرورت اور بھی بڑھ گئی ہے، کیونکہ یہ تو کمپیوٹر، انٹرنیٹ اور سافٹ ویئرز کا زمانہ ہے۔ مسلم سکالرز کو ان چیزوں میں مہارت حاصل کر کے ان کے ذریعے حدیث کی خدمت کرنی چاہیے۔ اسی طرح کوئی مفتری اور وضاع اگر ان چیزوں کے ذریعے ذخیرہ حدیث کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا ہے، تو مسلمانوں کے لئے ان کا دفاع ضروری ہے۔

سند کا اعزاز صرف امت مسلمہ کے لیے

یہ بات باعث فخر ہے کہ علم الاسناد صرف مسلمانوں میں پایا جاتا ہے کسی اور قوم میں نہیں۔امام ابو حاتم رازیؒ فرماتے ہیں:

"لم يكن في أمة من الأمم منذ خلق الله آدم أمناء يحفظون آثار الرسل إلا في هذه الأمة"[29]

"آدم کی تخلیق سے لے کر کوئی امت ایسی نہیں جو اپنے نبی کے آثار کی حفاظت اس طرح کرتی ہو جس طرح یہ امت کرتی ہے۔"

علامہ ابن حزمؒ لکھتے ہیں:

"هذا نقل خص الله تعالى به المسلمين دون سائر أهل الملل كلها"[30]

"یہ خصوصیت اللہ تعالیٰ نے تمام ملتوں میں صرف مسلمانوں کو ہی عنایت فرمائی ہے۔"

ابن قتیبہ دینوریؒ کا بیان ہے:

"ليس لامة من الامم إسناد كإسنادهم، يعني هذه الامة"[31]

"تمام امتوں میں سے کسی بھی امت کے پاس اسناد نہیں جس طرح کہ اس امت کے پاس ہے۔"

حافظ ابن صلاحؒ فرماتے ہیں:

"أصل الإسناد خصيصة فاضلة من خصائص هذه الأمة، وسنة بالغة من السنن المؤكدة"[32]

"اسناد اس امت کی خصوصیات میں سے ایک اہم خصوصیت ہے اور سنت مؤکدہ ہے۔"

امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

"علم الإسناد والرواية مما خص الله به أمة محمد ﷺ وجعله سلما إلى الدراية.فأهل الكتاب لا إسناد لهم[33]

"علم الاسناد اور روایت ایسی خصوصیت ہے جو اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کو خاص عنایت کی اور اس کو درایت کے لیے سیڑھی بنایا ۔اہل کتاب کے پاس اسناد نہیں ہے۔"

ملا علی قاریؒ رقم طراز ہیں:

"أصل الإسناد خصيصة فاضلة من خصائص هذه الأمة"[34]

"اس امت کے خصائص میں سے ایک خصوصیت اسناد کا حامل ہونا ہے۔"

علم لغت کے مشہور امام حافظ ابو علی الغسانی کہتے ہیں:

"خص الرهذه الامة بثلاثة اشياء لم يعطها من قبلها: الاسناد والانساب والإعراب"[35]

اسنادِ عالی کی اہمیت:

حدیث نبوی دین و شریعت کا سرچشمہ اور قرآنی اصول واحکام کی تشریح و توضیح ہے یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام، تابعین عظام، اتباع تابعین اور محدثین نے اسے حاصل کرنے اور اس کی تحقیق و جستجو، تعلیم واشاعت اور ترتیب وتدوین میں حیرت انگیز کاوشیں کیں، بلکہ اس اہم کام کے لیے پوری زندگی وقف کر دی۔انہوں نے عالی سند کو ایک قابل فخر چیز سمجھا ہے کیونکہ روایت میں جس قدر واسطے کم ہوں گے اس قدر رسول اللہ ﷺ سے قرب زیادہ ہوگا، نیز رواۃ حدیث کی کمی کی بناء پر چھان بین بھی کم ہوگی۔اس لیے علمائے فن کے نزدیک اس کا زیادہ اہتمام ہے اور ان کے تراجم میں علو اسناد کا ذکر خصوصیت کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں:

"طلب الإسناد العالي سنةعمن سلف" [36]

"اسناد عالی کی طلب سلف کی سنت ہے۔"

امام حاکمؒ فرماتے ہیں:

"طلب الإسناد العالي سنة صحيحة"[37]

"اسنادِ عالی طلب سنت صحیحہ ہے۔"

علامہ عبدالحئ لکھنویؒ نے لکھا ہے:

"أصل الإسناد خصيصة من خصائص هذه الأمة، وسنة من سنن البالغة أيضا ولذلك استحبت فيه الرحلة"[38]

"اسناد اس امت کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت ہے اور مکمل سنتوں میں سے ایک سنت ہے، اس کے لیے سفر کرنا مستحب ہے۔"

علم الاسناد کا تاریخی پس منظر

نبی کریم ﷺ نے امت کو سند اور روایت کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

"ألا فليبلغ الشاهد منكم الغائب"[39]

صحابہ کرام نے اسی حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اپنے بعد کے لوگوں کو آپ ﷺ کا ہر قول، فعل اور تقریر کو ایمان داری اور دیانت داری سے پہنچایا۔ پھر یہی سلسلہ چلتا رہا اور علم حدیث ایک طبقہ سے دوسرے طبقے کو منتقل ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ موجودہ زمانہ آیا جسے ہم انٹرنیٹ کا زمانہ کہتے ہیں۔ علم الاسناد ابتداء سے آج تک جن مراحل سے گزرا ہے ان تمام مراحل کا بھی قدرے تفصیلی تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے۔

پہلا مرحلہ: وصال نبی ﷺ سے شہادتِ عثمانؓ تک:

رسول اللہ ﷺ کی احادیث مبارکہ کے اولین رواۃ صحابہ کرامؓ کی مقدس جماعت قرآن مجید کی شہادت کے مطابق عدالت کے اعلیٰ ترین مرتبہ پر فائز تھی۔ لہذا ان کے یہاں حدیث کی روایت میں غلط بیانی اور زندگی کے عمومی حالات میں بھی کذب بیانی کا تصور نہیں تھا۔ اس لیے ابتداء میں حدیث کے روایت میں سند یا رواۃ کے ذکر کی ضرورت ہی نہیں پیش آئی، بلکہ بعض اوقات حدیث کے سند کے سوال پر بعض صحابہ کرام کو غصہ ہوتے بھی پایا گیا ہے، سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے اگر یہ پوچھ لیا جاتا کہ آپ نے حدیث رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے تو غضبناک ہو کر فرماتے:

"ما كان بعضنا يكذب على بعض"[40]

"ہم میں سے کوئی دوسروں پر جھوٹ نہیں بولتا تھا"

سیدنا ابو بکر صدیق اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما کے عہد خلافت تک صحابہ کرام حدیث کی روایت میں اپنے اسی نہج پر قائم رہے، کیونکہ اس دور میں لوگ سنت کی تبلیغ میں بہت احتیاط کرتے تھے، لوگوں کا حافظہ بہت قوی تھا، ابھی فتنوں کا ظہور بھی نہیں ہوا تھا۔ تدوین حدیث ابھی بہت تھوڑا تھا لوگ صرف صدری حفاظت سے کام لیتے تھے۔ ان امتیازی اوصاف اور روایت میں خطا کے اسباب سے دوری کی وجہ سے یہ مرحلہ ایک ممتاز حیثیت کا حامل ہے۔

دوسرا مرحلہ: شہادت عثمانؓ (35ھ) سے دور صحابہ کے انتہاء (80ھ) تک:

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جب امت مسلمہ مختلف داخلی اور خارجی فتنوں کے زد میں آ گئی، مختلف مذہبی اور سیاسی جماعتیں بن گئیں اور یہ جماعتیں اپنے اپنے موقف کی تائید کے لیے حدیث رسول میں غلط بیانی

بلکہ کذب بیانی پر آمادہ ہو گئیں اور حدیثیں گڑھی جانے لگیں، اس وقت علمائے امت نے حدیث کے تثبت اور تحقیق کے لیے سند اور رجال کی تفتیش شروع کر دی۔ تابعی کبار امام محمد ابن سیرینؒ فرماتے ہیں:

"لم يكونوا يسألون عن الإسناد فلما وقعت الفتنة قالوا سموا لنا رجالكم فينظر إلى أهل السنة فيؤخذ حديثهم وينظر إلى أهل البدع فلا يؤخذ حديثهم"[41]

"پہلے لوگ اسناد کے متعلق سوال نہیں کرتے تھے، لیکن جب فتنہ واقع ہوا تو رجال کے متعلق سوال کیا جانے لگا اور دیکھا جاتا کہ جو اہل سنت ہیں ان کی حدیث لے لی جاتی اور جو اہل بدعت ہیں ان کی حدیث نہیں لی جاتی۔"

اس بیان سے واضح ہے کہ ابن سیرینؒ نے سیدنا عثمانؓ کے زمانے میں ظاہر ہونے والے فتنہ کو رجال حدیث کے تفتیش کا مبدا اقرار دیا ہے اور ساتھ ہی مسلمانوں کے درمیان اہل سنت اور اہل بدعت کا امتیازی خط بھی کھینچ دیا ہے۔اس دور میں سند کے مطالبے نے شدت اختیار کی کیونکہ صحابہ کرام کی اکثریت فوت ہوئی تھی یا عالم اسلام کے اطراف وجوانب میں پھیل چکی تھی اور اس دور میں علم الجرح والتعدیل اور علم علل الحدیث کی وضاحتیں شروع ہوئیں۔ کیونکہ اس دور میں فتنوں کا ظہور ہوا، کئی اسلامی فرقے نمودار ہوئے۔امت مسلمہ انتشار کا شکار ہوئی اور صدری حفاظت پر اکتفا کی وجہ سے تدوین حدیث کی قلت تھی[42]۔

تیسرا مرحلہ: 81ھ سے 140ھ تک

کبار تابعین کے دور میں رجال حدیث سے متعلق سوال کیا جاتا تھا البتہ صحابہ کرام اور کبار تابعین کا زمانہ ختم ہو جانے کے بعد جب کذب بیانی عام ہو گئی اور حدیثیں کثرت سے گڑھی جانے لگیں، تو اس وقت سند کا ذکر محدث کے لیے ایک لازمی امر بن گیا، بلکہ اس کے بغیر اس کی حدیث قابل قبول نہیں سمجھی جاتی تھی۔ یہ تابعین کا زمانہ ہے جس میں ان کی اکثریت فوت ہو چکی تھی۔اس دور میں علم حدیث کو درپیش خطرات میں اضافہ ہو گیا۔ جن کے سدباب کے لیے ائمہ حدیث نے درج ذیل اقدامات کیے مثلاً:

أ. احادیث کو بھول جانے، ان کو محفوظ نہ کرنے اور انہیں ضائع ہونے کا خطرہ

علمائے کرام نے اس خطرے کو مد نظر رکھتے ہوئے صدری حفاظت کے ساتھ ساتھ ک احادیث کی کتابی شکل پر بہت زور دیا اور تدوین حدیث کی طرف لوگوں کی توجہ مبذول کرائی۔

ب. ذخیرہ احادیث کا عالم اسلامی کے اطراف وجوانب میں پھیل جانے کا خطرہ

اس خطرے کے سدباب کے لیے علمائے کرام نے طلب حدیث کے لیے دور دراز کے سفر کرنے پر لوگوں کو ابھارا۔

ت. جھوٹ اور افتراء کا پھیلنا

اس خطرے کے سدباب کے لیے علمائے کرام نے خصوصاً دور دراز علاقوں میں روایت کی حفاظت اور راوی کی صفات پر زور دیا، جس میں سند طلب کرنے پر زور دینا، مقطوع سند پر ضعف کا حکم لگانا اور عادل اور مجروح رواۃ کے مابین فرق وامتیاز کے قواعد مرتب کرنا شامل تھا۔

ث. متضاد روایات پھیلنے کا خطرہ

اس خطرے کے سد باب کے لیے ائمہ فن نے روایت نقل کرنے اور محفوظ کرنے کے قواعد مرتب کئے، مثلاً لکھی ہوئی چیز کا اصل سے موازنہ کر کے تصحیح کرنا، شیخ سے لکھی ہوئی چیز کا اس کے سامنے پڑھنا، متابعات کی تاکید اور غریب حدیث کی کراہیت اور نقد سند کے اہتمام کے ساتھ ساتھ نقد متن کے قواعد بھی مرتب کیے۔

چوتھا مرحلہ: 140ھ سے 200ھ تک

یہ تبع تابعین کا دور ہے جس میں پچھلی تمام خطرات تقویت پا چکی تھی مگر مقابلے میں علماء کرام کی کاوشیں بھی مضبوط ہو گئی تھیں، مثلاً پہلے صدری حفاظت پر اعتماد کے ساتھ ساتھ کتابی حفاظت کی ترغیب دی جاتی تھی مگر یہاں پر صدری حفاظت کے مقابلے میں کتابی حفاظت کو زیادہ اہم قرار دیا گیا۔ بلکہ بڑے بڑے ائمہ فن میں ضبط کتابت میں مقابلہ ہوتا رہا۔ جو لکھائی کرتا تو وہ مقدم مانا جاتا اس کے مقابلے میں جو لکھائی نہیں کرتا۔ اسی وجہ سے اس دور میں املاء کے مجالس کی ابتدا ہوئی اور اس طرح جرح وتعدیل کے قواعد کی تکمیل ہوئی[43]۔ اس طرح دوسری صدی ہجری کے ابتدا کے ساتھ ہی حدیث کے سند اور اس کے رجال کا ذکر حدیث کی صحت و قبولیت کے لیے ضروری قرار پایا اور اس کا اندازہ اس دور کے محدثین کرام کے درج ذیل اقوال سے بھی ہوتا ہے۔ امام ابن سیرینؒ فرماتے ہیں:

"إن هذا العلم دين فانظروا عمن تأخذون دينكم" [44]

"بے شک یہ علم دین ہے سو دیکھ لیا کرو کہ کن لوگوں سے تم اپنا دین اخذ کر رہے ہو۔"

امام نوویؒ نے اس پر یہ باب باندھا ہے۔ باب بيان أن الاسناد من الدين وأن الرواية لا تكون الا عن الثقات[45]

امام یحیی بن سعید القطانؒ فرماتے ہیں:

"أول من فتش عن الاسنادهو عامر الشعبي"[46]

"عامر شعبیؒ نے حدیث کے سند کے بارے میں سب سے پہلے چھان بین کی۔"

امام ابن شہاب زہریؒ کا شمار صغار تابعین میں ہوتا ہے ایک مرتبہ وہ اسحاق بن ابی فروہؒ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، ابن ابی فروہؒ نے کہنا شروع کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔ اتنا سننا تھا کہ امام زہریؒ غضبناک ہو گئے اور کہنے لگے:

"قاتلك الله يا ابن أبي فروة، ما أجرأك على الله لا تسند حديثك؟ تحدثنا بأحاديث ليس لها خطم ولا أزمة"[47]

"اے ابن ابی فروہ اللہ تمہیں غارت کرے، تمہاری یہ جرأت کہ اپنے حدیث کی سند بیان نہیں کرتے ہو اور ہمیں ایسی حدیثیں سناتے ہو جن کا کوئی سر پیر نہیں ہے۔"

علم اسناد کی یہاں تک اہمیت ہو گئی کہ امام عبداللہ بن مبارکؒ نے اس کا سیکھنا دین قرار دیا، آپ فرماتے ہیں:

"الإسناد من الدين ولولا الإسناد لقال من شاء ما شاء"[48]

"علم اسناد بھی دین کا ہی ایک حصہ ہے اور اگر سند ضروری نہ ہوتی تو جو شخص جو چاہے کہہ سکتا تھا۔"

قبول روایت کا معیار آپ کے ہاں اتنا وقیع تھا؛ کہ جو شخص سلف (پہلے بزرگوں) کو برا بھلا کہے، اس کی روایت نہ لینے کا حکم فرماتے تھے، ایک موقع پر فرمایا:

"دعوا حديث عمرو بن ثابت فإنه كان يسب السلف"[49]

"عمرو بن ثابت کی روایت چھوڑ دو وہ تو سلف صالحین کو برا کہتا تھا۔"

امام شعبہ بن حجاجؒ فرماتے ہیں:

"كل حديث ليس فيه حدثنا وأخبرنا، فهو خل وبقل"[50]

"جس حدیث کی سند نہ ہو اس کی حیثیت ساگ سبزی سے زیادہ نہیں ہے۔"

امام علی بن المدینیؒ فرماتے ہیں:

"التفقة في معاني الحديث نصف العلم ومعرفة الرجال نصف العلم"[51]

"معانی حدیث میں غور کرنا نصف علم ہے تو معرفت رجال بھی نصف علم ہے"

حافظ شمس الدین سخاویؒ لکھتے ہیں:

"هو فن عظيم الوقع من الدين قديم النفع به للمسلمين لا يستغنى عنه ولا يعتنى بأعم منه خصوصا ما هو القصد الأعظم منه وهو البحث عن الرواة والفحص عن أحوالهم في ابتدائهم وحالهم واستقبالهم لأن الأحكام الاعتقادية والمسائل الفقهية مأخوذة من كلام الهادي من الضلالة والمبصر من العمى والجهالة"[52]

"راویوں کی تاریخ اور ان کی وفات کے سنین کا جاننا دین کا ایک عظیم الوقعت فن ہے، مسلمان ابتدا سے اس سے استفادہ لیتے آئے ہیں، اس سے استغنا نہیں برتا جا سکتا نہ اس سے زیادہ کوئی اور موضوع اہم ہو سکتا ہے، خصوصاً اس عظیم مقصد سے اور وہ راویوں کے حالات کو کھولنا اور ان کے حالات کی ان کے ماضی، حال اور استقبال کے ساتھ تفتیش کرنا ہے، اعتقادی ابواب اور فقہی مسائل اس کلام سے ماخوذ ہیں جو ضلالت سے بچ کر ہدایت دے اور گمراہی اور اندھاپن سے ہٹا کر راہ دکھائے۔"

علمائے کرام نے مسئلے کی اہمیت و نزاکت کو مد نظر رکھتے ہوئے دوسری صدی ہجری کی ابتدا میں مسانید کے نام سے احادیث کی کتابیں مدون کیں۔ جن میں مسند معمر بن راشد، مسند الطیالسی، مسند الشافعی، مسند الحمیدی اور مسند أحمد بن حنبل مشہور ہیں۔ انہی مسانید کا اتباع کرتے ہوئے بعد کے ائمہ نے صحاح، مسانید، سنن، مصنفات کو سند کا التزام کرتے ہوئے مرتب کیا۔

پانچواں مرحلہ: 200ھ سے 300ھ تک

تیسری صدی ہجری علم الاسناد کی ترقی کا ایک ذریں دور ہے اس دور میں صحاح ستہ، مسند احمد، مصنف ابن أبی شیبہ اور حدیث کی دوسری بڑی کتابیں تصنیف کی گئیں۔ یہ دور اس لحاظ سے بھی ممتاز حیثیت رکھتا ہے کہ حدیث کے ضیاع کا جو خطرہ تھا وہ ختم ہو گیا، اور اب اس ذخیرۂ حدیث کی حفاظت اور اس میں صحیح احادیث کے نشر کی ترغیب دی گئی۔

چھٹا مرحلہ: 301ھ تا دور حاضر

اسلاف کا یہ عظیم الشان کارنامہ ہے کہ انہوں نے لاتعداد رواۃ کے احوال وآثار اسماء الرجال کی کتب کی صورت میں محفوظ کر دیے ہیں اسی طرح ایسے اصولِ تحقیق بھی موجود ہیں جس کی نظیر کوئی اور قوم پیش نہیں کر سکتی۔ اس دور کی ابتدا میں زبانی روایات کا خاتمہ ہو گیا اور تدوین حدیث کے مرحلے کی تکمیل ہوئی۔ اب لوگ صرف وہی روایات نقل کرتے تھے جو کتابوں میں لکھی گئی ہوں۔ ان کے علاوہ زبانی روایت کو کوئی بھی سننے کو تیار نہیں تھا۔ کتابی روایات کے نقل کا یہ سلسلہ چلتا رہا، یہاں تک کہ اس مرحلہ کے آخری صدیوں میں علم الاسناد سے بے توجہی اختیار ہونے لگی جس کی وجہ سے آج ہمیں یہ ایک مشکل فن اور علم معلوم ہونے لگا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ آج کل تو انٹرنیٹ کا زمانہ ہے۔ بڑے بڑے آن لائن کتب خانے وجود میں آئے ہیں۔ اسی طرح مختلف سافٹ ویئرز بن گئے ہیں، جن میں ہزاروں کی تعداد میں کتب موجود ہیں، جن میں آپ بڑی آسانی سے کسی حدیث کی تخریج کر سکتے ہیں۔ اسی طرح کسی حدیث کی سند اور اس میں موجود رواۃ کے حالات معلوم کر کے اس حدیث پر صحت یا ضعف کا حکم آسانی سے لگا سکتے ہیں۔

خلاصہ بحث:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین عظام وائمہ دین رحمہم اللہ نے حدیث رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کے لیے ایسی بے مثال قربانیاں پیش کی ہیں جن کی نظیر نہیں ملتی اور اس کی حفاظت کے لیے جو انتظام کیا وہ بے مثال ہے۔ سلسلہ اسناد کے واسطہ سے حدیث رسول اللہ ﷺ کی معرفت حاصل کرنا اور اس کو محفوظ رکھنا اس امت کی امتیازی شان ہے۔ سلسلہ اسناد میں پائے جانے والے افراد کے بارے میں ہر قسم کی ضروری معلومات حاصل کرنے اور اس کی حفاظت کے لیے اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے ناقدین وقت اور ائمہ جرح وتعدیل کو پیدا کیا جنہوں نے اپنی زندگیاں اس کے لیے وقف کر دیں۔ رجال کے متعلق معلومات کو معیاری بنانے کے لیے جرح وتعدیل کے دقیق سے دقیق تر اصول وضوابط وضع کیے۔ رجال حدیث کے سوانح حیات محفوظ رکھنے کے لیے مختلف انواع واقسام کی لاتعداد کتابیں تصنیف کی گئیں جو اس امت کے تابناک ماضی اور مستقبل کے لیے عظیم سرمایہ ہیں۔ ائمہ جرح وتعدیل کا رواۃ حدیث کے بارے میں کلام صحیح اسناد کے ساتھ کتب طبقات ورجال میں تحریر کر دیا گیا ہے، کسی بھی حدیث کی سند پر حکم لگانے اور اس کا مرتبہ معلوم کرنے کے لیے اب انہی کتابوں پر سارا دارومدار ہے، لہٰذا ان کی معرفت، استعمال کا طریقہ اور ان کی خصوصیات کا جاننا بے حد ضروری ہے۔ اسناد پر حکم لگانے کا اصل مقصد احادیث رسول اللہ ﷺ پر حکم لگانا، اس کی صحت وضعف کو معلوم کرنا اور رطب ویابس کو جدا کرنا ہے، تاکہ صحیح احادیث پر عمل کے ساتھ حفاظت حدیث کا کام بھی جاری رہے۔ اس جدید دور میں مسلم سکالرز کی یہ ایک اہم ذمہ داری ہے کہ کمپیوٹر، انٹرنیٹ اور سافٹ ویئرز کا علم حاصل کر کے اس کے ذریعے دینی علوم وفنون کی خدمت کریں، اور ان چیزوں کے

ذریعے مفترین اور وضاعین اگر ذخیرہ حدیث پر حملہ آور ہوتے ہیں تو ان کے پاس پہلے سے اس کا توڑ موجود ہونا چاہئے۔ لہٰذا اسلامی شریعت کا دوسرا بنیادی ماخذ ہونے کی وجہ سے جس طرح حدیث کا علم ضروری ہے تو اسی طرح اس علم (حدیث) کی حفاظت کرنے والے فن کا سیکھنا بھی ضروری ہے، اور علم الاسناد سے عدم واقفیت علم حدیث کی تحصیل اور واقفیت پر اثر انداز ہو گی۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial-ShareAlike 4.0 International (CC BY-NC-SA 4.0)

مراجع وحواشی:

1 الفراہیدی، خلیل بن احمد، کتاب العین 7: 228، مکتبۃ الہلال، القاہرہ (س۔ن)

2 الافریقی، ابن منظور، لسان العرب 3: 220، دار صادر، بیروت 1414ھ

3 زرکشی، بدرالدین، النکت علی کتاب ابن الصلاح: 405، مکتبہ أضواء السلف، ریاض 1419ھ

4 العسقلانی، ابن حجر، النکت علی کتاب ابن الصلاح 1: 405، الجامعہ الاسلامیہ بالمدینہ المنورہ، 1404ھ

5 السیوطی، جلال الدین، تدریب الراوی 1: 41، قدیمی کتب خانہ کراچی، 1429ھ

6 ابن سیدہ، علی بن اسماعیل، المحکم والمحیط الاعظم 9: 507، دار الکتب العلمیہ بیروت 1421ھ

7 زین الدین الرازی، مختار الصحاح: 290، المکتبہ العصریۃ بیروت، 1420ھ

8 تدریب الراوی 1: 28

9 الکنانی، بدر بن جماعہ، المنہل الروی فی مختصر علوم الحدیث النبوی: 29، دار الفکر-دمشق 1406ھ

10 عسقلانی، ابن حجر، نزہۃ النظر شرح نخبۃ الفکر، 92، دار الکتب العلمیہ بیروت 1427ھ۔

11 سورۃ الحجر 15: 9

12 سورۃ الحجرات 49: 06

13 الخازن، علاء الدین علی الباب التأویل فی معانی التنزیل 4: 178، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1415ھ

14 سورۃ النساء 4: 83

15 ابن کثیر، عماد الدین، ابوالفداء، تفسیر ابن کثیر 2:356، دار طیبہ للنشر والتوزیع بیروت 1420ھ

16 قشیری، مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، باب النہی عن الحدیث بکل ما سمع، دار احیاء التراث العربی، بیروت (س۔ن)

17 امام احمد، أبو عبداللہ أحمد بن محمد بن حنبل، مسند احمد، مسند المکثرین من الصحابۃ، مسند أبی ہریرہ، حدیث 8267، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، 1421ھ/ 2001ء

18 البیہقی، أحمد بن الحسین، دلائل النبوۃ 6 :550، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 2008ء

19 مقدمہ صحیح مسلم، باب الروایۃ عن الضعفاء والاحتیاط فی تحملہا، حدیث 7

20 بخاری، محمد بن اسماعیل، کتاب العلم، باب اثم من کذب علی النبی ﷺ، ادارۃ البحوث والافتاء، ریاض، 1400ھ

21 ابن الجوزی، ابوالفرج، الموضوعات، 1: 56، مکتبۃ السلفیہ، مدینہ منورہ، 1386ھ

22 السیوطی، جلال الدین، تحذیر الخواص من اکاذیب القصاص: 56، المکتب الاسلامی۔ بیروت، 1394ھ

23 ملاہروی القاری، علی بن سلطان، نخبۃ الفکر فی مصطلحات اہل الاثر: 617، دار ارقم بیروت (س۔ن)

24 سورۃ الأحزاب 33: 6

25 الرامہرمزی، أبو محمد الحسن بن عبدالرحمان بن خلاد، المحدث الفاصل بین الراوی والواعی: 208، دار الفکر، بیروت، 1404ھ

26 مقدمہ صحیح مسلم، روایت 6

27 الجامع لأخلاق الراوی وآداب السامع 2: 211

28 سورۃ الحجر 15: 9

29 خطیب بغدادی، احمد بن علی، شرف اصحاب الحدیث: 42، دار احیاء السنۃ النبویۃ۔ أنقرۃ (س۔ن)

30 الظاہری، ابن حزم، الفصل في الملل والأهواء والنحل، 68/2، مکتبۃ الخانجی۔ القاہرۃ (س۔ن)

31 المزی، جمال الدین، تہذیب الکمال 1: 166، مؤسسۃ الرسالۃ۔ بیروت، 1400ھ

32 ابن الصلاح، ابو عمرو شہرزوری، مقدمہ ابن الصلاح: 357، دار الفکر بیروت (س۔ن)

33 ابن تیمیہ، الحرانی، مجموع الفتاویٰ 1: 9، مجمع الملک فہد لطباعۃ المصحف الشریف، مدینہ منورہ، 1416ھ

34 ملا علی قاری، علی بن سلطان محمد، شرح شرح نخبۃ الفکر، 194، مکتبہ اسلامیہ، کوئٹہ، 1397ھ

35 تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی 159- 160

36 حاکم، ابو عبداللہ نیشاپوری، معرفۃ علوم الحدیث، 6، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1425ھ

37 ایضاً

38 لکھنوی، عبدالحیٔ، الاجوبۃ الفاضلۃ: 25، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، حلب، 1946م

39 صحیح البخاری، کتاب العلم، باب قول النبی ﷺ رب مبلغ اوعیٰ من سامع، حدیث 67

40 ابن عدی، ابواحمد الجرجانی، الکامل 1: 261، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1430ھ

41 صحیح مسلم، مقدمہ، حدیث 6

42 صحیح مسلم، کتاب الزکوۃ، باب التحریض علی قتل الخوارج، حدیث 1066

43 الحنبلی، ابن رجب، شرح علل الترمذی 1 :453، مکتبہ المنار، اردن، 1407ھ/1987ء

44 ایضاً

45 نووی، یحییٰ بن شرف، شرح صحیح مسلم 1: 84، دار احیاء التراث العربي- بیروت، 1392ھ

46 الرامہرمزی، حسن بن عبد الرحمن، المحدث الفاصل: 208، دار الفکر- بیروت، 1406ھ

47 صحیح مسلم، مقدمہ، حدیث 6

48 ایضاً

49 ایضاً

50 المحدث الفاصل: 517

51 ایضاً: 320

52 سخاوی، شمس الدین، فتح المغیث 3: 310، مکتبۃ السنۃ- مصر، 1424ھ